© rasailojaraid.com

تحقیق و تنقید

اکرام اللہ ساجد

عورت، پردہ اور اسلامی تعلیمات

پروفیسر وارث میر معرفت روزنامہ "جنگ" کے نام!

روزنامہ "جنگ" کی ۱۳ تا ۱۶ رجولائی کی چار اشاعتوں میں پروفیسر وارث میر کا ایک مضمون بعنوان "عورت، پردہ اور جدید زندگی کے مسائل"، شائع ہوا ہے! — صاحب مضمون کو ابھی حال ہی میں "اجتہاد و تعبیر" کا شوق چرایا ہے، اور یہ مضمون لکھنے سے قبل، اسی سلسلہ کے چند اخباری بیانات داغ کر، وہ اس زعم میں مبتلا ہو گئے ہیں کہ اجتہاد و تعبیر کا میدان گویا صدیوں سے انہی کا منتظر چلا آتا تھا، چنانچہ اب یہ "گوہرِ مقصود" اسے مل گیا ہے۔ اور اسی بناء پر انہوں نے یہ طویل مضمون لکھا ہے!

جہاں تک فنِ تحریر کا تعلق ہے، ہمیں یہ اعتراف ہے کہ پروفیسر صاحب الفاظ سے کھیلنا جانتے ہیں، جبھی تو اسلامی تقدّس پر وُہ رہ رہ کر حملہ آور ہوتے ہیں، لیکن خود اسلام کے نام پر اور مسلمانوں ہی کے حوالہ سے! — چنانچہ اپنے مضمون کے آخر تک انہوں نے اس بات کا اظہار نہیں ہونے دیا کہ موضوع زیرِ بحث میں ان کا اپنا موقف کیا ہے اور وُہ کہنا کیا چاہتے ہیں؟ اِلّا یہ کہ زبردستی کوئی بات ان کے قلم سے نکل گئی ہو! — البتہ اس مضمون کے ردِّ عمل کے طور پر جب بعض حلقوں کی طرف سے ان کے خلاف شدید غم و غصّہ کا اظہار خطوط وغیرہ کی صورت میں ہوا، جن میں مردوں کے علاوہ خود مسلمان خواتین بھی شامل ہیں،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تو انہوں نے اسے کمال ڈھٹائی سے، "پذیرائی" کا نام دیتے ہوئے مزید تین قسطوں میں "عورت اور پردہ ـــــ چند وضاحتیں" کے نام سے ایک ایسا مضمون لکھ مارا ـــــ جس میں موقف کی حد تک انہوں نے قدرے کھل کر بات کی ہے، لیکن گرجنے اور برسنے میں اسی قدر اب نہ صرف محتاط ہو گئے ہیں؛ بلکہ اپنی بعض سابقہ بیباکیوں اور ہرزہ سرائیوں سے رجوع بھی فرما لیا ہے، تاہم الفاظ کے ہیر پھیر سے، تاکہ خفت نہ اٹھانی پڑے ـــــ اور کچھ نئی بحثیں چھیڑ کر، جو اُن کی جلالتِ علمی، کا مزید ثبوت مہیا کرتی ہیں، تاکہ ان کا پہلا مضمون "COVER" ہو جائے! ـــــ اور یوں ان کا یہ نیا مضمون "عذرِ گناہ بدتر از گناہ" کا مصداق ہو کر رہ گیا ہے!

پروفیسر صاحب پہلا مضمون تو جوشِ جذبات میں لکھ گئے تھے جبکہ ان کی نئی وضاحتوں نے انہیں ایک نئے چکر میں ڈال دیا ہے ـــــ بہرحال یہ "اندھے جذبات"، اور "وضاحتوں کا یہ گھن چکر" دونوں ہی اسلامی فکر و تہذیب کے لیے سمِ قاتل کی حیثیت رکھتے ہیں اور انہی خدشات کے پیشِ نظر ہم نے اس کا نوٹس لینا ضروری سمجھا ہے، چنانچہ پہلے ہم اس کا ایک عمومی جائزہ لیں گے اور پھر اس کے خاص خاص نکات کا ردّ کتاب و سنّت کی روشنی میں پیش کریں گے ـــــ ان شاء اللہ!

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم!

اس مضمون کی ابتداء جریدہ "عریبیا"، لندن کے حوالہ سے صدرِ پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق کے اس اعتراف سے ہوتی ہے کہ "وہ (پاکستان میں) اسلام کے مطابق طرزِ حکومت قائم کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے!" ـــــ جس سے پروفیسر صاحب اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ حکومت کا بنیادی مقصد اسلامی نظام کا قیام نہیں تھا بلکہ اس کی آمد آمد کی نفیری بجاتے ہوئے مارشل لاء کو قائم رکھنے کا جواز مہیا کرنا تھا!" ـــــ اب یہ بات تو صدر صاحب جانیں کہ وہ ان سے کہاں تک اتفاق کر سکتے ہیں؟ البتہ پروفیسر صاحب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی یہ تجویز ہمارے بھی پیشِ نظر ہے کہ :

"پاکستان میں اسلامی نظام، دوسرے الفاظ میں فلاحی اور جمہوری نظام کا آغاز اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک غیر منصفانہ اور غیر مساویانہ اقتصادی نظام تبدیل نہیں ہوتا۔ اور سیاست و حکومت اور پالیسی ساز اداروں کی باگ ڈور ان لوگوں کے ہاتھ میں نہیں آتی، جن کا عوام اور عوام کی زندگی کے مسائل کے ساتھ براہِ راست تعلق ہے!"

ان سطور میں پروفیسر صاحب نے اسلامی نظام، جمہوری نظام اور اشتراکی نظام تینوں کو خلط ملط کر کے رکھ دیا ہے ——— ہم انہیں یاد دلائیں گے کہ اسلامی نظام فلاحی نظام ضرور ہے، لیکن جمہوریت کے خدوخال اپنے ہیں اور اسلام کے اپنے ——— اسی طرح مساویانہ اقتصادی نظام کا نعرہ اشتراکی نعرہ ہے اور جمہوریت اور اشتراکیت دو الگ الگ نظام ہیں ——— پھر اسلام کا دائرۂ کار صرف عوامی مسائل اور اقتصادی نظام تک محدود نہیں ہے، بلکہ یہ ایک ایسا جامع، مکمل اور ہمہ گیر نظام ہے، جو انسان کے دنیوی اور اخروی جملہ پہلوؤں کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے! ——— لیکن اگر آپ کی معلومات بس اسی قدر ہیں کہ غیر مساویانہ اقتصادی نظام اور عوامی مسائل سے آپ نے اسلام کو خاص سمجھ لیا ہے تو حکومت اور علمائے دین سے آپ کو یہ شکایت کیوں ہے کہ :

"حکومت کے نامزد اداروں میں یہی بحثیں ہوتی رہی ہیں اور خطباتِ جمعہ کے موضوعات بھی یہی رہے ہیں کہ انڈہ حرام ہے یا حلال؟ اور عورتوں کو ایسی محفل میں شریک ہونے کی اجازت ہے یا نہیں جہاں مرد بھی موجود ہوں؟"

——— حالانکہ اسلام میں حرام و حلال کا مسئلہ کوئی معمولی مسئلہ نہیں ہے، جسے آپ نے یوں تضحیک کا نشانہ بنایا ہے ——— چنانچہ بلیشمار ایسی چیزیں ہیں جو اسلام میں ممنوع اور حرام ہیں، لیکن انہیں حلال قرار دے لینے سے نوبت کفر و شرک تک جا پہنچتی ہے۔ اسی طرح اگر کسی حلال چیز کو حرام قرار دے دیا جائے تو اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی اجازت اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کو بھی نہیں دی:

"لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ؟" (التحریم: ۱)

—— ویسے بھی آپ کا زیرِ نظر مضمون پڑھنے کی نسبت بدرجہا یہ بہتر ہے کہ کسی خطبۂ جمعہ میں انڈہ کی حلت، اور حرمت کی تردید کے دلائل پیش کیے جائیں کہ کم از کم اس میں اسلام کے نام پر مغربیت کا پرچار تو نہ ہوگا! —— رہا یہ سوال کہ "عورتوں کو ایسی محفلوں میں شرکت کی اجازت ہے یا نہیں جہاں مرد بھی موجود ہوں؟" اگر آپ کے نزدیک یہ اسی قدر غیر اہم تھا تو آپ کو روزنامہ "جنگ" کے یہ ڈھیر سارے صفحات کالے کرنے کی کیا ضرورت پیش آگئی تھی، اور آپ نے اس سے بڑھ کر کون سا تیر مار لیا ہے؟

دراصل پروفیسر صاحب کو حکومت سے یہ شکایت ہے کہ نفاذِ اسلام کی ان کوششوں میں حکومت نے ان کی خدمات سے فائدہ کیوں نہیں اٹھایا، جو اسلام کے نام پر بیحیائی کو فروغ دینے میں یدِ طولیٰ رکھتے ہیں، اور جس کا ثبوت چار اقساط پر مشتمل ان کا زیرِ نظر مضمون ہے! —— جن کی اسلامی معلومات اس قدر "وسیع" ہیں کہ اپنے اس مضمون میں انہوں نے طویل فقہی مباحث کو چھیڑا ہے، لیکن امام ابوحنیفہؒ کے شاگردِ امام محمدؒ کو "ابومحمد" کے نام سے کئی دفعہ یاد فرمایا ہے —— غالباً اس مغالطہ کی وجہ امام صاحب کے دوسرے مشہور شاگرد امام ابویوسفؒ کا نام ہے، گویا یہ نام بھی انہیں صحیح یاد نہیں! —— علاوہ ازیں اجتہادی بصیرت میں وہ اس "بلند مرتبہ" پر فائز ہیں کہ اجتہاد کو انہوں نے حاملینِ کتاب و سنّت کی بجائے وزیروں اور مشیروں کا فریضہ بتلایا ہے اور اُن سے یہ شکوہ کیا ہے کہ "ان میں اجتہادی جراءت اور حوصلہ پیدا نہ ہوا!" —— پھر لغت کے اس قدر ماہر اور اس پر عبور رکھنے والے کہ فرماتے ہیں:

"عہدِ حاضر میں کھیلوں کو لہو و لعب میں شمار نہیں کیا جاتا"!

حالانکہ عربی لفظ "لعب" کے معنی ہی "کھیل" کے ہیں اور کھلاڑی کو عربی زبان میں "لاعب" کہتے ہیں —— اس کے باوجود اگر عہدِ حاضر میں کھیلوں کو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لہو ولعب میں شمار نہیں کیا جاتا تو یہ پروفیسر صاحب کا اپنا اجتہاد ہو گا، ورنہ اسلام میں ہر وُہ چیز جو انسان کو اپنے مقصدِ حیات سے ہٹا دے اور اپنے خالق سے دُور کر دے، لہو و لعب میں شمار ہوتی ہے۔ اور موجودہ کھیلوں نے اس سلسلہ میں جس قدر گھناؤنا کردار ادا کیا ہے، اہلِ دل اس پر بارہا خون کے آنسو روتے اور رُلاتے ہیں!

اسی طرح "فکرِ رسا" میں پروفیسر صاحب نے وُہ خطِ وافر پایا ہے کہ ارشاد ہوتا ہے:

"عورت کا مرد سے منہ چھپانا دراصل مرد کی نیت کے منہ پر تھپّڑ رسید کرنا ہے، منہ چھُپانے والی عورت دراصل مرد کو اخلاقی لحاظ سے ایک کمزور اور ناقابلِ اعتبار مخلوق قرار دے رہی ہوتی ہے۔ کیا عورت کے کانوں کی ساخت مرد کے کانوں کی ساخت سے مختلف ہے؟ کیا عورت کی آنکھوں کا مصرف مرد کی آنکھوں سے مختلف ہے؟ اگر قدرت کا کوئی ایسا منشا ہوتا کہ عورت اس کی عطا کردہ صلاحیتوں کا صرف محدود استعمال کر سکتی تو قدرت عورت کی ان صلاحیتوں کو خود ہی کوئی مختلف ساخت دے دیتی!"

—— یعنی پروفیسر صاحب کے نزدیک عورت کے لیے پردہ جب ضروری ہوتا، جب اس کے کانوں اور آنکھوں کی ساخت کسی ڈائن یا پری کے کانوں اور آنکھوں ایسی ہوتی، اور مردوں کی قابلِ اعتبار مخلوق صرف وہ ہے جو غیر کی بہو بیٹیوں کو تاڑا کرتے ہیں، پھر ساتھ ہی ساتھ اپنی نیت کے منہ کو تھپڑ سے بھی محفوظ فرما لیتے ہیں!

پروفیسر صاحب، ہمارے نزدیک حیادار خواتین کا غیر مردوں سے منہ چھُپانا دراصل احکامِ الٰہی سے ان کی محبّت کا منہ بولتا ثبوت ہے، اور شریف مرد بھی بہر حال قابلِ اعتبار مخلوق، کہ یہاں بھی اس پردہ کی بنیاد اطاعتِ الٰہی اور اطاعتِ رسولؐ ہے! —— لیکن آپ کے نزدیک اگر یہ مرد کے منہ پر تھپڑ ہے، تو آپ ایسے "آزادی" کے متوالوں کی ہزار غلط تمناؤں کے باوجود بحمد اللہ آج بھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کروڑوں ایسی مسلمان خواتین ہیں جو غیر مردوں سے اپنا منہ چھپاتی ہیں، لہٰذا اسی قدر تھپڑ اپنے منہ پر شمار کر لیجئے! لیکن افسوس کہ آپ پھر بھی "ایک کمزور اور ناقابلِ اعتبار مخلوق" ہیں! ـــــ آپ کو ان الفاظ سے دُکھ تو ضرور ہو گا، تاہم یہ آپ کی تحریر کا منطقی نتیجہ ہے! ـــــ ویسے بھی آپ کو علماء سے یہ شکایت ہے کہ انہیں منطق نہیں آتی، امید ہے یہ غلط فہمی دور ہو جائے گی!

اسی طرح پردہ کا "اسلامی تصوّر" پروفیسر صاحب کے ہاں یہ ہے کہ:

"تحقیق کریں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ دراصل فتنے کا باعث عورت کے وہ اعضاء نہیں ہوتے جو بالعموم کھلے رہتے ہیں بلکہ فتنے کا اہم ترین سبب ایک عورت کی وُہ حرکات و سکنات اور اس کے وُہ اخلاق ہوتے ہیں جو اس کی چال ڈھال سے ظاہر ہوتے ہیں اور اس کی اندرونی خواہشات کا پتہ دیتے ہیں۔ اور ایک عورت کو نقاب اور برقع کے اندر یہ سب کھل کھیلنے میں بڑی مدد ملتی ہے، کیونکہ نقاب اور برقع کی وجہ سے اس کی شناخت نہیں ہو سکتی اور اسے اس بات کا ڈر نہیں ہوتا کہ کوئی نزدیک یا دور کا جاننے والا اسے پہچان لے گا اور ہر ایک سے یہ کہتا پھرے گا کہ فلاں عورت یا فلاں کی بیوی یا بیٹی یہ یہ کر رہی تھی۔ چنانچہ برقع اور نقاب کے اندر اس کا جو جی چاہتا ہے کرتی ہے اور کوئی اس کو پہچاننے والا نہیں ہوتا۔ اب اگر اس کا چہرہ کھلا رہتا تو اس کو اپنے خاندان اور عزت کا خیال رہتا۔ اور اس کی وجہ سے شرم و حیا اسے ایسی حرکات نہ کرنے دیتی جن کی طرف لوگوں کی نظریں اٹھتی ہیں!"

اللہ اللہ، فکر و نظر کی یہ بلندیاں! ـــــ یا پروفیسر صاحب کے اپنے ہی الفاظ ہیں، جو انہوں نے "وضاحتوں" کے عنوان کے تحت ایک تبصرہ نگار بزرگ کو مخاطب کر کے کہے ہیں کہ:

"اللہ پناہ! عورت کے معاملے میں کس قدر زرخیز تخیّل پایا ہے ہمارے بزرگ (پروفیسر صاحب) نے۔ جنس کی عینک لگ جائے، تو نگاہوں میں "لیزر بیم" لہرانے لگتی ہے اور "نیک سرشت" لوگوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کو بھی معاشرے کے بطون میں گٹر ابلتے دکھائی دینے لگتے ہیں۔

میرا تو خود جی چاہتا ہے کہ یہ دردمند بزرگ مل جائیں تو ان کے ساتھ مل کر پاکستان میں مغرب پرستی کے پردے میں پروان چڑھنے والی معصیت پسندی اور ٹی۔ وی ڈراموں اور دوسرے ذرائع ابلاغ کے اشتہارات میں عورتوں کے بے محابانہ ناجائز استعمال کے خلاف ایک زبردست مہم چلاؤں۔ اور نیکی، شرافت اور تقدیس مشرق کے نام نہاد محافظوں کو بتاؤں کہ اس قسم کے ہوش ربا نظاروں والے ملک میں، کسی محنت کش اور ملازمت پیشہ نیک خاتون کے کھلے چہرے کی وجہ سے اسلام خطرے میں نہیں پڑ سکتا!"

—— لیکن پروفیسر صاحب، آپ کی ان نیک تمناؤں کا اظہار آپ کے دوسرے مضمون میں اُس وقت ہوا ہے، جب اس نیک دل بزرگ نے آپ کا خاطر خواہ محاسبہ کیا ہے! —— ورنہ مذکورہ بالا پہلی عبارت بھی آپ ہی نے اپنے پہلے مضمون میں نقل فرمائی ہے، اور اس وقت تک آپ کو یہ احساس نہیں ہوا تھا کہ یہ الفاظ نقل کر کے آپ نے کتنے ہی شرفاء کی عزت پر کیچڑ اچھالا اور کتنی ہی شریف، حیادار، باعفت اور عصمت مآب ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کو کتنی بڑی اور غلیظ گالی دے دی ہے!

—— اس پوری عبارت کو ملاحظہ فرمائیے، جس میں آپ نے پردہ دار خواتین کے خلاف یہ ہرزہ سرائیاں فرمائی ہیں، اور پھر اپنی اس چابکدستی پر اپنے آپ کو شاباش دیجئے کہ اپنے دوسرے مضمون میں آپ نے اس پوری عبارت کو صرف مندرجہ ذیل الفاظ لکھ کر گول کر دیا ہے کہ:

"مروجہ برقعہ کے اندر عورت کے جذبات اور اس کی حرکات و سکنات کا احتساب نسبتاً مشکل ہو جاتا ہے!"

تاہم سوال یہ ہے کہ آپ کے پہلے مضمون میں تو یہ حرکات و سکنات اس قدر واضح تھیں کہ یہ فتنے کا اہم ترین سبب بھی بن جاتی تھیں لیکن دوسرے مضمون میں "وضاحتوں" کے باوجود یہ اتنی غیر واضح کیوں ہو گئیں کہ ان کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

احتساب بھی مشکل ہو کر رہ جاتے ؟ ـــــ علاوہ ازیں آپ کا نظامِ احتساب کیا چہرے پہچان کر حرکت میں آتا ہے کہ "فلاں عورت یا فلاں کی بیوی یا بیٹی یہ یہ کر رہی تھی" ـــــ ورنہ نہیں ؟ ـــــ پھر یہ جذبات کا محاسبہ کرنے کی بھی آپ نے ایک ہی کہی ! ـــــ مزید یہ دیکھیے کہ چہرے پہچان لینے پر بھی یہ احتساب کون کرے گا ؟ ـــــ "فلاں کی بیوی یا بیٹی" کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ یہ شوہر اور باپ ہی ہو سکتے ہیں ـــــ تو گویا آپ نے بھی عورت پر مرد کا محتسب ہونا تسلیم فرما لیا ! ـــــ اور یہی مطلب ہے "اَلرِّجَالُ قَوّٰامُوْنَ عَلَى النِّسَاءِ" کا ! ـــــ پھر "سرمایہ دارانہ اور جاگیردارانہ پردے" کے وہ نعرے کیا ہوئے جو آپ نے پہلے مضمون میں رہ رہ کر لگائے ہیں ؟ لیکن یہاں چوکڑی بھول کر رہ گئے ہیں !

اپنے پہلے مضمون میں آپ نے مذکورہ عبارت مصر کے امین قاسم کی ایک کتاب "مسلمان عورت کی آزادی" سے نقل کی تھی۔ اور اس کتاب کو آپ نے "بعد کی نسلوں کے لیے قیمتی متاع" اور اس میں درج شدہ باتوں کو "فکر انگیز" اور "سچی باتیں" قرار دیا تھا۔ جبکہ دوسرے مضمون میں یہ خراجِ تحسین صرف ان الفاظ میں بدل کر رہ گیا ہے کہ :

"میں نے مصر کے امین قاسم کی یہ رائے ضرور نقل کی تھی ...... الخ"

خدا کا شکر ہے کہ اب یہ آپ کی اپنی رائے نہیں رہی۔ ورنہ ہم آپ کو بتاتے کہ فتنے کا اہم ترین سبب ایک عورت کی وہ حرکات و سکنات نہیں ہوتیں جو وہ برقع اور نقاب کے اندر رہ کر کرتی ہے۔ کیونکہ شریف زادیاں برقع اور نقاب اس لیے نہیں پہنتیں ـــــ ع "یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہوگی !" ـــــ ہاں فتنے کا اہم ترین سبب عورت کے وہی اعضاء ہیں جو بالعموم ننگے رہتے ہیں، اور آپ کی اس جدید زندگی میں اس "بالعموم" کا دائرہ بڑا وسیع ہو گیا ہے۔ چنانچہ اس میں ساڑھی باندھنے کی صورت میں پیٹ اور بیٹھ کے وہ حصے بھی داخل ہیں جو بالعموم برہنہ رہتے ہیں ـــــ ننگا سر، کٹے ہوئے بال، بڑھے ہوئے کرہیہ ناخن، عریاں گریبان، جسم کے نشیب و فراز کو اجاگر کرنے والے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بے شرم لباس، بیحیا مسکراہٹیں اور میک اپ کے عجیب و غریب، مضحکہ خیز مظاہرے، مگر اس کے قیمتی سامان، سبھی اس "بالعموم" میں داخل ہیں!۔۔۔۔ جنھوں نے نہ صرف آج کی نوجوان نسل کے اخلاق کو تہ و بالا کرکے رکھ دیا ہے بلکہ ملکی معیشت پر بھی ضرب کاری لگائی ہے۔۔۔۔ لیکن آپ ہیں کہ انہی فتنہ سامانیوں کے ساتھ عورت کو اب کھیل کے میدان میں بھی گھسیٹ لانا چاہتے ہیں تاکہ

ع دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو!

لیکن دوسری طرف آپ کے نزدیک کسی "چچا کے بھتیجے" اور کسی "عالمِ دین کے بیٹے" کا غیر ممالک میں ریسرچ کے لیے جانا بھی معیوب اور قابلِ گردن زدنی ہے۔۔۔۔ ہاں آپ ضرور اپنی قوم کی بہو بیٹیاں غیر ممالک میں کھیلنے کے لیے بھی روانہ فرما سکتے ہیں!۔۔۔۔ پروفیسر صاحب، آپ کا یہ "مغرب پرستی کے پردے میں پروان چڑھنے والی معصیت پسندی اور ذرائع ابلاغ وغیرہ میں عورتوں کے بے محابانہ تاجرانہ استعمال کے خلاف ایک زبردست مہم چلانے" کا دعوایٰ نرا ڈھونگ ہے، پہلے اپنی اُس مہم کو دیکھیے جو آپ روزنامہ "جنگ" کے ذریعے چلا رہے ہیں، جو ہر دُوسرے تیسرے روز ننگِ انسانیت اور بے شرم تصویریں صفحہ اول پر بہانے بہانے سے شائع کرتا ہے، اور آپ اس اخبار کے ساتھ وابستہ ہیں! آپ نے علماء کو یہ طعنہ دیا ہے کہ انہوں نے "اس قسم کے واقعات پر کبھی کوئی احتجاج نہیں کیا"، لیکن آپ خود کیا کر رہے ہیں؟۔۔۔۔ علماء بیچارے اپنی سی کوشش کرتے ہیں، مگر جب آپ ایسوں کی سرپرستی میں لاکھوں کی تعداد میں روزانہ چھپنے والے اخبار، اس غلاظت کے انبار مسلمان کے قلب و نگاہ پر مسلسل پھینک رہے ہوں، تو ظاہر ہے کہ علماء کی یہ کوششیں "نقار خانے میں طوطی کی آواز" بن کر رہ جائیں گی۔۔۔۔ اور جب آپ کے شب و روز یہی ہیں تو اپنے دُوسرے مضمون میں آپ کے "مغربیت کی مخالفت" کے بلند بانگ دعوے، "خواتین کے احترام" کے نعرے، "اسلامی شعائر ترک کرکے پاکستانی عورت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے کلبوں میں رقص کرنے" کی نکیر ____ "پاکستان میں پیرس یا نیویارک آباد کرنے کی خواہشات" سے اظہارِ برآت، اور "استغفراللہ"، "لاحول ولا . . ."، اور "حاشا و کلّا"، کے سائن آف ایکسکلیمیشن! (SIGN OF EXCLAMATION) سب کے سب فراڈ کہلائیں گے اور آپ واقعی "ناقابلِ اعتبار مخلوق" قرار پائیں گے۔ کیونکہ "پردہ" کو آپ نے "عورت کو ڈھانپ کر رکھنے" سے تعبیر فرمایا ہے اور نقاب اور برقعے کا مفہوم یہ بتلایا ہے کہ:

"ایک عورت کو نقاب اور برقع کے اندر کھل کھیلنے میں بڑی مدد ملتی ہے اور وُہ اُس کے اندر رہ کر، جو جی چاہتا ہے، کرتی ہے!"

____ ہاں بعد میں خفت مٹانے کو یہ لکھا کہ:

"ہماری بہنوں کو پورا پورا اختیار حاصل ہے کہ وُہ اپنے شعور، عقیدے اور ذوق کے مطابق باپردہ زندگی بسر کریں!"

لیکن عورت کو مرد کے ہاتھوں کا کھلونا بنا دینے کی ذلیل خواہشات یہاں بھی آڑے آئیں تو فرمایا کہ:

"لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ انہیں دینِ اسلام کی حدود کا احترام کرتے ہوئے برِّصغیر کے مروجہ پردے سے قدرے انحراف کرنے والی نیک نیّت بہنوں کی طرح اپنا رویّہ تبدیل کر لینا چاہیے!"

____ یعنی برقع اتار پھینکنا چاہیے! ____ قارئینِ کرام نوٹ فرمائیں کہ "اسلام کی حدود کے احترام" کا راگ الاپ کر کس طرح مغربیت کی تبلیغ ہو رہی ہے، مسلمان عورتوں کو "نیک نیت بہنیں" کہہ کر انہیں کیسا گھٹیا مشورہ دیا جا رہا ہے؟ ____ چنانچہ یہی وہ محتاط لب و لہجہ ہے جو انہوں نے اپنے پہلے مضمون کا بھرم قائم رکھنے کے لیے اب اختیار فرمایا ہے، اور جس کی نشاندہی ہم ابتداء میں کر آئے ہیں! ____ ورنہ آپ کا پہلا لب و لہجہ بھی ہمیں خوب یاد ہے ____ "کنجریاں اور لچیاں رناں" کے مبتذل عنوان سے آپ فرماتے ہیں کہ:

"ایک زمانے میں لٹھے کا سفید برقع پہننے والی عورتیں سیاہ ریشمی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

برقعے پہننے والی عورتوں کو "کنجریاں تے لچیاں رناں" کہا کرتی تھیں۔

پھر سیاہ برقعے کا رواج کم ہوا اور بعض عورتوں نے چادریں پہن کر گھروں سے باہر نکلنا شروع کیا تو سیاہ برقعے پہننے والیوں نے چادر اوڑھنے والیوں کو "کنجریاں اور لچیاں" کہا۔ چادر نے دوپٹے کی صورت اختیار کی تو یہی لعن طعن دوپٹہ پہننے والیوں کو سننا پڑا۔ اور جب دوپٹہ سر سے ڈھلک کر سینے پر آگیا تو سر پر دوپٹہ رکھنے والیوں نے گلے میں دوپٹہ ڈالنے والیوں کو "کنجریاں تے لچیاں رناں" کا خطاب دے دیا!"

ہم نے یہ تحریر دل پر جبر کر کے نقل کر دی ہے، تاکہ برقعے اور نقاب کے بغیر بھی اس سے پروفیسر صاحب کے اندرونی جذبات کی عکاسی ہو سکے، کیونکہ وہ برقعے کے اندر رہ کر کھل کھیلنے کے قائل ہیں! ـــــ ہاں اگر پروفیسر صاحب احتجاج کریں کہ "وہ مرد ہیں اور مرد برقع نہیں پہنتے!" تو آپ کے نزدیک تو عورتوں کو بھی برقع نہیں پہننا چاہیے، پھر برِصغیر کے یہ ڈھیر سارے برقعے آپ کہاں لے جائیں گے؟ ـــــ بہرحال پروفیسر صاحب خاطر جمع رکھیں کہ اکبرؔ مرحوم نے ان کا مصرف آج سے کئی سال پہلے تلاش کر لیا تھا اور اس سلسلہ فیاضی میں انہوں نے خود پروفیسر صاحب کو بھی نظر انداز نہیں فرمایا تھا ـــــ اکبر الٰہ آبادی نے لکھا تھا ؎

بے پردہ کل جو آئیں نظر چند بیبیاں
اکبرؔ زمیں میں غیرتِ قومی سے گڑ گیا!
پوچھا جو میں نے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا؟
کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا!

کیا ہی بہتر ہوتا، پروفیسر صاحب "زمانے کے بدلتے تقاضوں" کے ضمن میں عبدالمجید سالک کی مندرجہ بالا تحریر کے علاوہ اکبرؔ مرحوم کی یہ رباعی بھی نقل کر دیتے ـ تاکہ علماء کو نکو بنانے کے ساتھ ساتھ خود ان کا محاسبہ بھی ہو جاتا۔

جی ہاں، پروفیسر صاحب نے "تحریر علماء دین کا مضحکہ اڑانے" کے ضمن میں ہی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لکھی تھی، اور جو ہمارے خیال میں سنجیدگی سے نوٹس لینے کے قابل ہے کہ کیسی طوفان اس میں انگڑائیاں لے رہے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

"علم وفن اور سائنس کا جب کبھی کوئی نیا جھونکا آتا ہے، ہمارے علمائے دین کسمساتے ہوئے اپنے ذہنوں کی کھڑکیاں اور دروازے بند کر لیتے ہیں، لیکن زیادہ وقت نہیں گزرتا کہ انہیں حبس محسوس ہوتا ہے اور جوں ہی دم گھٹنے لگتا ہے تو کھڑکیاں اور دروازے توڑ دیتے ہیں اور پھر آنکھیں جھکائے یا آنکھوں پر ہاتھ رکھے بغیر وہ سب کچھ کرتے ہیں جسے چند سال پہلے کفر اور گناہ قرار دے چکے ہوتے ہیں..... اب خوشحال علماء کے گھروں میں ایئرکنڈیشنر، ٹیلیفون، ٹیپ ریکارڈر اور ٹیلیویژن سے لے کر وی سی آر تک موجود ہے ..... ہم سب نے اسی ملک کی سیاسی تاریخ میں مذہب کے حوالے سے سیاست کرنے والوں کو شروع شروع میں جمہوریت اور انتخابی عمل کی مخالفت کرتے سنا اور دیکھا اور پھر انہی آنکھوں نے ان لوگوں کو انتخابات جیتنے کے لیے تمام غیر اخلاقی حربوں، ہتھکنڈوں اور جوڑ توڑ میں سر سے پاؤں تک ڈوبے دیکھا۔ ان دنوں اسمبلی میں اور اسمبلی سے باہر جن حدود کی پابندی کے ساتھ خدمت اسلام کی دعویدار خواتین آپ کو دکھائی دے رہی ہیں، آج سے پچاس سال پہلے اس ہیئت کے ساتھ اسمبلیوں جیسے مخلوط اجتماعات کو مخاطب کرنا غیر اسلامی سمجھا جاتا تھا!"

——— پھر اس کے معًا بعد پروفیسر صاحب نے مذکورہ بالا عبارت سالک صاحب کے حوالے سے نقل فرمائی ہے! اور اس طرح بعض "علماء" کی بے عملی یا بدعملی کو اسلام کے خلاف ہتھیار کے طور پر استعمال کیا ہے۔

علاوہ ازیں آپ نے ایک مکمل قسط (۳) میں عباسی خلفاء میں لونڈیوں کی خرید و فروخت وغیرہ کے رواج کا تفصیلی ذکر فرمایا ہے، جس سے آپ کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مقصود بہرحال اسلام کو نکو بنانا ہے ـــــ لیکن سوال یہ ہے کہ اگر ان سب باتوں کو درست بھی مان لیا جائے تو اس میں اسلام کا کیا قصور ہے؟ اور اس سے ہر برائی کو جواز کا درجہ مل جانا کہاں تک درست ہو سکتا ہے؟ ـــــ آپ نے "کنجریاں ستے لچیاں رناں" کی کہانی بڑے مزے لے لے کر سنائی ہے، چنانچہ ۲۳ ـ جولائی کے روزنامہ "جنگ" ہی کی ایک خبر ملاحظہ ہو کہ "ایک عورت نے اپنے آشنا کی مدد سے اپنے بھائی کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے!" ـــــ قابلِ غور امر یہ ہے کہ مستقبل قریب میں اگر کوئی عورت اپنے آشنا کی مدد سے اپنے خاوند، بھائی، ماں، باپ اور بیٹے سب کو موت کے گھاٹ اتار دے تو آج کی صرف اپنے بھائی کو قتل کرنے والی یہ عورت آپ کے نزدیک "کنجری تے لچی رن" کی بجائے شریف عورت کا رُوپ دھار کر ملکوتیت کے بلند مرتبہ پر فائز ہو جائے گی؟ ـــــ یہ سلسلہ اگر یونہی چلتا رہے تو ایک سے ایک بڑھ کر بُرائی، اپنے سے پہلی کمتر برائی کو سندِ جواز عطا کرتی رہے گی؟ اور قصور پھر بھی اسلام ہی کا ہوگا! ـــــ افسوس، آپ نے خیر و شر کے پیمانوں کو ناپتے وقت دانشمندی سے کام نہیں لیا! ـــــ سنیئے، ہمارا موقف کتاب و سنّت کی روشنی میں یہ ہے کہ خواہ اکثریت غلط ہو جائے لیکن اسلام کی بنیادی قدریں نہیں بدلیں گی، اسلام اسلام ہی رہے گا اور اللہ ربّ العزت کے ہاں یہی مقبول :

"اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ!" ـــــ اور

"وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ!"

ـــــ لہٰذا اس میں کسی کی بے عملی یا بد عملی کو بہانہ نہیں بنایا جا سکتا، اور نہ اس سے کسی فعلِ بد کے لیے سندِ جواز مہیا ہو سکتی ہے ـــــ یہ ایک اصولی بات ہے جو ہم نے ذکر کر دی ہے اور جو آپ کے تمام اعتراضات کا تنہا کافی و شافی جواب ہے! تاہم اگر تفصیل مطلوب ہو تو سنیئے کہ مروجہ انتخابی عمل اور مغربی یا اسلامی جمہوریت کی ہم اب بھی مخالفت کرتے ہیں، کہ اسلام صرف اسلام ہے، یہ کسی دوسرے نظام سے مستعار و ماخوذ نہیں اور نہ کسی دوسرے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نظام سے مل کر مکمل ہوتا ہے، ____ بلکہ یہ بجائے خود مکمل ہے! چنانچہ انتخاب جیتنے کے لیے ناجائز ہتھکنڈوں اور جوڑ توڑ کو ہم اپنے اس موقف کے اثبات، نیز جمہوریت اور مروجہ انتخابی عمل کے غیر اسلامی ہونے پر بطورِ دلیل پیش کرتے ہیں! ____ اسمبلی کے مخلوط اجتماعات میں عورت کے مخاطب کرنے کو ہم اب بھی ایک تو اس لیے غیر اسلامی قرار دیتے ہیں کہ یہ عورت کے "عورت" ہونے کے منافی ہے، اور دوسرے اس لیے کہ یہ فرمانِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے پیشِ نظر ہے کہ:

"إِذَا كَانَ أُمُورُكُمْ إِلَى نِسَاءِكُمْ فَبَطْنُ الْأَرْضِ خَيْرٌ لَكُمْ مِنْ ظَهْرِهَا"

کہ "جب تمہارے امور تمہاری عورتوں کو سونپ دیے جائیں تو اس وقت تمہارے لیے زمین کا پیٹ اس کی پشت سے بہتر ہوگا!"

____ رہی بات ایئر کنڈیشنر، ٹیلیفون، ٹیپ ریکارڈر اور ٹیلیویژن سے لے کر وی سی آر تک کی، تو ایئر کنڈیشنر اور ٹیلیفون کے ناجائز ہونے پر کسی عالم نے کوئی فتویٰ نہیں لگایا۔ ٹیپ ریکارڈر اس ملک میں علمائے کرام کی تقاریر محفوظ رکھنے کے لیے بھی استعمال ہوا، لہٰذا ایسی صورت میں اس کے خلاف آواز اٹھانے کے کوئی معنی ہی نہ تھے۔ البتہ اس کے غلط استعمال نے اسے دورِ حاضر کی سب سے بڑی لعنت ثابت کر دیا ہے کہ جس نے ایک اسلام پسند شریف آدمی کی زندگی اجیرن کر کے رکھ دی ہے! ____ رہا ریڈیو اور ٹیلیویژن، تو علماء کی دور رس نگاہوں نے ان کے متوقع مفاسد کے پیشِ نظر ان کے خلاف آواز بلند کی تھی ____ اور آپ ہی ازراہِ انصاف فرمائیے کہ ان کے یہ مفاسد منظرِ عام پر آئے ہیں یا نہیں؟ شروع شروع میں جب ریڈیو عام ہونے لگا، تو کسی عالم نے اس پر ایک بڑا سادہ سا تبصرہ کیا تھا کہ "اس میں شیطان بولتا ہے!" ____ اور آج حالات نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ یہ تبصرہ بنی بر حقیقت تھا۔ چنانچہ "ٹیلیویژن پر عورت کے بے محابانہ تاجرانہ استعمال" کا رونا تو آپ نے بھی رو دیا ہے، اگرچہ مصنوعی ہی سہی! ____ جبکہ وی سی آر نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تو علمائے کرام کے علاوہ اس ملک کے ان لوگوں کو بھی چلاّ اٹھنے پر مجبور کر دیا ہے جو دن رات بدمعاشیاں بانٹتے ہیں۔ اور یہ آپ کی فلم انڈسٹری ہے! — پس "علم وفن اور سائنس کے کسی نئے جھونکے سے علمائے دین کے کسمسانے اور اپنے ذہنوں کی کھڑکیاں اور دروازے بند کر لینے" کی یہی علت ہے کہ انہوں نے ان ایجادات کو رہزنِ دین و ایمان سمجھ کر لوگوں کو ان کے مفاسد سے خبردار بھی کر دیا تھا! ویسے بھی ان چیزوں کی حلت وحرمت کا مسئلہ ان کے اکثر یہی جائز یا ناجائز استعمال سے متعلق ہے! —— رہا ان کھڑکیوں اور دروازوں کو توڑ دینے کا مسئلہ، تو آج اگر ان چیزوں کا سیلاب ملک بھر میں امڈ آیا ہے اور ان کا ناجائز استعمال بھی ہو رہا ہے، تو علماء کیا کریں؟ سوائے اس کے کہ وہ اب بھی لوگوں کو ان منکرات سے بچنے کی تلقین کرتے رہتے ہیں! —— ہاں اگر کچھ ایسے عالم دین آپ کی نگاہ میں ہیں جن کے گھروں میں یہ سب چیزیں موجود ہیں اور وہ ان سے وہی "فوائد" حاصل کرتے ہیں، جو عوام الناس کرتے ہیں، تو اس سلسلہ میں ہم ان کا کوئی دفاع نہیں کریں گے، بلکہ ہم انہیں علماء کہنے ہی کو تیار نہیں! —— البتہ ہماری نگاہ میں اب بھی ایسے ربانی علماء موجود ہیں، جو ان چیزوں پر لعنت بھیجتے ہیں اور ہم بحمد اللہ ان کی نشاندہی بھی کر سکتے ہیں!

پروفیسر صاحب کا اصل موضوع "عورت، پردہ اور جدید زندگی کے مسائل" تھا —— انہیں چاہیے تو یہ تھا کہ ایک سچے مسلمان کی حیثیت سے ان مسائل کو کتاب وسنت کی عدالت میں پیش کر دیتے، لیکن چونکہ ان کے مزعومہ اجتہاد وتعبیر کو کتاب وسنت سے کوئی واسطہ نہ تھا۔ لہٰذا انہیں یہ خدشہ بہرحال تھا کہ علمائے دین ان کے ضرور آڑے آئیں گے۔ چنانچہ غلام احمد پرویز کی طرح علماء کو رگیدنا اور ان کی تحقیر، پروفیسر صاحب کی اولین ضرورت تھی۔ اور ان کے مضامین میں یہ سلسلہ خاصا طویل ہو گیا ہے —— ایک مقام پر جسٹس قدیر الدین کے حوالے سے آپ لکھتے ہیں کہ:

"اب علوم اس قدر وسیع ہو گئے ہیں کہ ان (مذہبی علماء) کا علم و

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فضل بہت ہی محدود اور ناکمل نظر آرہا ہے۔ وہ علمِ اقتصادیات کے ماہر نہیں کہ معاشی مسائل پر حکم لگا سکیں۔ فنِ حرب کے ماہر نہیں کہ جنگ اور صلح کے متعلق رائے دے سکیں۔ علمِ سیاسیات کے ماہر نہیں کہ طرزِ حکومت اور طریقہ انتظامِ ملکی میں دخل دے سکیں۔ تاریخ، جغرافیہ، نفسیات، عمرانیات، بشریات، تاریخ ادیانِ عالم، جدید فلسفہ، جدید منطق، جدید سائنس اور تاریخِ فقہ بھی ان کے نصاب میں شامل نہیں ہے۔ ان علوم اور مسائل کو وہ تعلیم یافتہ اصحاب، جن کی گنتی علماء میں نہیں ہے، اکثر علماء سے زیادہ جانتے ہیں۔ اس لیے جب علمائے دین تحکمانہ انداز میں اپنے فیصلے صادر کرتے جاتے ہیں تو ان کو سن کر جدید تعلیم یافتہ لوگ دم بخود رہ جاتے ہیں اور وہ سارے مسائل جن پر صحیح اجتہاد درکار ہے، مسلمانی در کتاب کے مصداق ہو جاتے ہیں!"

——— ہم پروفیسر صاحب کی خدمت میں مؤدبانہ گزارش کریں گے کہ اصل علم کتاب وسنّت کا علم ہے۔ اور اوپر جتنے بھی علوم آپ نے گنوائے ہیں، ان میں سے چند ایک کو چھوڑ کر، جن کو کتاب وسنّت نے کوئی مستقل حیثیت نہیں دی اور " اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاُمُوْرِ دُنْیَاکُمْ " کا اصول بیان کر کے ان کو نظر انداز بھی نہیں فرمایا (مثلاً جغرافیہ اور سائنس وغیرہ!) باقی سب علوم کتاب وسنّت کے متعلقہ اور معاون علوم ہیں۔ اور عالمِ اسلام میں اس وقت بھی، ایک سے ایک بڑھ کر ان علوم کے نہ صرف ماہرین موجود ہیں بلکہ ان موضوعات پر وہ مستقل کتابیں بھی لکھ چکے ہیں ——— اب اگر کنوئیں کا مینڈک یوں ٹرانا شروع کر دے کہ روئے زمین پر سمندر کا وجود نہیں پایا جاتا، تو اس میں سمندر کا کیا قصور ہے؟ ——— پروفیسر صاحب، بات طویل ہو جائے گی، آپ کتاب وسنّت اور اس کے متعلقہ علوم کے متعلق کوئی سوال لکھ کر بھیجیں، ہم ان شاء اللہ اس کا جواب دیں گے! ——— ہاں یہ تسلیم کیجئے کہ آج تک آپ نے علماء سے استفادہ کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں فرمائی۔ آپ اپنی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دنیا میں مست مغرب کی اندھی تقلید میں اجتہاد و تعبیر کے زعم کے باوجود نہ جانے کہاں سے کہاں نکل گئے ہیں، پھر جب الجھنیں پیش آتی ہیں تو علماء سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ از خود بغیر پوچھے آپ کو ان الجھنوں سے نجات دلائیں گے۔ اور اگر اس دلدل کے مصائب کا انہیں علم نہیں ہوتا تو آپ ان پر چڑھ دوڑتے ہیں کہ علماء ہماری راہنمائی نہیں کر سکتے اور ان کی مسلمانی در کتاب پڑی ہے:۔ —— اس وقت آپ کے ہر شعبہ میں قریب یہی صورت حال ہے۔ آپ کی عدالتوں میں بیک وقت کئی قانون چل رہے ہیں، ایک طرف آپ برٹش لاء کی جان بھی نہیں چھوڑنا چاہتے، دوسری طرف قدامت پرستی سے آزاد ہو کر "تجدد" کا دعوٰی بھی ہے —— اور اس کے ساتھ ہی ساتھ علماء سے یہ توقع بھی کہ وہ آپ کی راہنمائی کریں گے۔ اور اگر وہ نہیں کرتے، اور ظاہر ہے، اس صورت میں کر بھی نہیں سکتے، تو علماء بھی جاہل اور اسلام بھی بدنام! —— یہی حال آپ کے نظامِ اقتصادیات کا ہے، سودی نظام سے پیچھا چھڑانے کے صرف نعرے ہی نعرے ہیں، لیکن عملاً پینترے بدل بدل کر اسی نظام سے چمٹنے کی کوششیں بھی ہو رہی ہیں —— کیا پاکستانی علماء انعامی بانڈز، دیگر انعامی سکیموں، تجارت کی جائز اور ناجائز صورتوں، سود اور انشورنس وغیرہ کے بارے میں کتاب و سنت کی روشنی میں اپنا موقف پیش نہیں کر چکے؟ لیکن آپ ان کی سنتے کہاں ہیں؟ —— اپنے نظامِ سیاسیات کو لیجئے، قیامِ پاکستان سے لے کر اب تک آپ جمہوریت کو اسلامی ثابت کرنے اور اسے بحال کرنے کی سرتوڑ کوششیں کر رہے ہیں، لیکن آپ کے جدید تعلیم یافتہ طبقہ کو آج تک کوئی نظامِ حکومت مل سکا؟ —— علماءِ دین "اسلام اور صرف اسلام" کا نعرہ لگاتے ہیں، تو آپ اسے اُن کے تحکمانہ فیصلوں سے تعبیر کرتے ہوئے ان کو درخورِ اعتنا ہی نہیں جانتے، کہ یہ لوگ جدید تقاضوں سے ناآشنا ہیں۔ اسی تجدد نے تو آپ کو تباہ کر کے رکھ دیا ہے لیکن آپ اسی پر عاشق در عاشق ہوتے چلے جاتے ہیں! —— عائلی قوانین کے سلسلہ میں آپ نے اپنے مضمون میں خواتین پر ظلم و ستم کی طویل کہانی اعداد و شمار کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

روشنی میں پیش فرمائی ہے، تو اس کی وجہ بھی صرف یہی ہے کہ تجدّد کے شوق میں، آپ نے ان غیر اسلامی قوانین کو اسلام سمجھ لیا ہے۔ ورنہ اسلام میں دوسری شادی کے لیے پہلی بیوی کی اجازت کہاں ضروری ہے؟ — اس کے باوجود اگر یہ قانون نافذ ہے تو یہ ظلم وستم خواتین پر ہے یا مردوں پر؟ — ہاں یہ واضح رہے کہ اسلام کتاب وسنّت میں ملتا ہے۔ روزناموں میں نہیں پایا جاتا! — خاندانی منصوبہ بندی کے سلسلہ میں کیا علماء اپنا موقف پیش نہیں کر چکے؟ اس کے مفاسد بھی آپ کے سامنے ہیں اور اب تو بعض دیگر ممالک میں اسے ختم کرنے کی کوششیں بھی ہو رہی ہیں، حالانکہ وہی یہ شوشہ چھوڑنے والے بھی تھے، لیکن اسلام دشمنی میں آپ کو اغیار کی نقالی بھی بھول گئی اور آپ اب تک اس سے چمٹے ہوئے ہیں! — یہی حال آپ کے اجتہاد وتعبیر کا ہے، کہ جب ہر الحاد اور ہر بے دینی کو اسلام قرار دیا جا رہا ہو تو علماء اسے کیونکر مشرف بہ اسلام کریں؟ آپ ہر معاملہ میں مرضی بھی اپنی چلاتے ہیں اور اس ساری صورتِ حال کے ذمہ دار بھی علماء کو ٹھہراتے ہیں، کیا یہ انصاف ہے؟

رہا آپ کا وہ جدید تعلیم یافتہ طبقہ، جو علماء میں شمار نہ ہو کر بھی علماء سے زیادہ عالم ہے، تو کچی آبادیوں کا معمولی مسئلہ آپ کے ان ماہرینِ عمرانیات کے لیے چیلنج کی حیثیت اختیار کر چکا ہے — اور آپ کے یہی جدید ماہرینِ فنونِ حرب، جو علماء سے کہیں زیادہ جانتے ہیں، مشرقی پاکستان کو بنگلہ دیش بنا چکے ہیں! — جغرافیہ اور سائنس کے میدانوں میں بھی آپ کے یہ جدید ماہرین انتہائی پس ماندہ ہیں اور غیروں کے محتاج! حتّٰی کہ ٹریفک کا نظام بھی ان کا اپنا نہیں ہے!

— علماء کا علم وفضل تو خیر آپ کو بہت ہی محدود اور نامکمل نظر آتا ہے، لیکن یہ مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے جدید تعلیم یافتہ لوگ تو آپ کے پاس موجود ہیں، پھر آج تک یہ ملک پاکستان نت نئے مسائل کی آماجگاہ کیوں ہے؟ اور آپ نے ان کے ساتھ مل کر اس ملک کی نیا پار کیوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہیں لگا دی؟

—— پروفیسر صاحب، اس تمام تر صورت حال کے ذمہ دار آپ ایسے دانشور ہیں، جنھیں کتاب و سنّت سے دُور کا بھی واسطہ نہیں، لیکن جو عوام الناس کو حاملینِ کتاب و سنّت سے متنفر کرنا خوب جانتے ہیں —— یہ کہانی بڑی طویل بھی ہے اور بڑی دردناک بھی! —— حالانکہ آپ کے تمام تر دکھوں کا علاج خالص اور خالص اسلام میں ہے، اور جو صرف کتاب و سنّت سے حاصل ہوتا ہے۔ آپ آج ہی قرآنی حکم "اُدْخُلُوا فِی السِّلْمِ کَافَّۃً" کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے کا فیصلہ کر لیں، مغربیت سے بغاوت کر دیں اور قرآنِ مجید کو اپنی خواہشات کا تابع بنانے نیز اس کے احکام میں محض عقلی گھوڑے دوڑانے کی بجائے اپنے تمام تر معتقدات کتاب و سنّت کی عدالت میں خلوصِ نیت سے پیش کر دیں، پھر دیکھیے کہ آپ کے مسائل کیونکر حل ہوتے ہیں۔ اور اس کے باوجود اگر علماء نے آپ کو مایوس کیا، تو ان کو الزام دینے میں آپ بلاشبہ حق بجانب ہوں گے!

قارئینِ کرام، جیسا کہ ہم نے عرض کیا، پروفیسر صاحب کا موضوع "عورت، پردہ اور جدید مسائل" تھا۔ لیکن اپنے مزعومہ اجتہاد و تعبیر کے نام پر گمراہی پھیلانے" —— نیز اس کے لیے راستہ ہموار کرنے کی خاطر بعض غیر ضروری مسائل کا چھیڑنا ان کے لیے ناگزیر ہو گیا تھا۔ اسی لیے ہم نے اس مضمون کے دو حصّے کیے۔ اس کا ایک عمومی سا جائزہ ہم نے آپ کی خدمت میں پیش کر دیا ہے۔ اب آئندہ اشاعت میں ہم "عورت، پردہ اور اسلامی تعلیمات" کے بارے میں اپنا موقف کتاب و سنّت کی روشنی میں پیش کریں گے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ پروفیسر صاحب کے اٹھائے گئے اعتراضات کا جواب اور ان کا ردّ بھی پیش کریں گے۔

ان شاء اللہ العزیز!

(جاری ہے)

© rasailojaraid.com